صنفی مسائل اور فکرِ اقبال

ڈاکٹر زیب النساء سرویا

The under review article presented those thoughts and concepts of Iqbal, which were typically related to Women. Women, in general, is never considered equal in a male dominated society, neither do women have the chance to get benefited from exercising equal human rights, men have grabbed their entire possession. Iqbal has, however, differentiated the human rights of men and women distinctly from their perspective gender rights. He contemplates both men and women equivalent in their Human rights however, he set both men and women apart from each other in the standpoint of their gender rights. Iqbal establishes specific emphasis only on those peculiar gender rights of men and women which have been explicitly scrutinized in Islam. In this article, an effort was made to observe and understand exceptionally the distinctive thoughts and imaginative concepts of iqbal in the light of religious and contemporary Social ideas.

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال عورت کو اس عالم کا بنیادی عنصر گردانتے ہیں وہ عورت کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک عورت خود زندگی کا سرچشمہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں مرد و زن میں کوئی فرق نہیں۔(۱) لیکن وہ عورت کے محدود دائرہ کار کے حامی ہیں وہ کاروبارِ زندگی میں مرد و عورت دونوں کا باہمی تعاون و ایثار ضروری قرار دیتے ہیں کہ آپس کا عدم تعاون بنی نوع انسان کے لیے باعثِ نقصان ہے۔

فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں:

''وہ زن و مرد کی ترقی، نشو ونما اور تربیت کے لیے جداگانہ میدانِ عمل کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جسمانی طور پر ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور فرائض کے اعتبار سے بھی فولاد اور پھول کی ڈالی سے ایک جیسا کام نہیں لیا جا سکتا۔''(۲)

ایک اہم معاشرتی مسئلہ یہ ہے کہ مرد و زن میں سے کسے بالا دستی حاصل ہو۔ مطلق مساوات سے

فریقین اپنی حیثیت کھو دیتے ہیں۔ بلاشبہ دونوں کی پیدائش ایک ہی جرثومۂ حیات سے ہے۔ دونوں کو قرآن حکیم نے ایک دوسرے کا لباس کہہ کر بطور انسان عورت کی برابری تسلیم کی ہے۔ لیکن اِس کے باوجود مرد کو عورت پر فائق مقام حاصل ہے۔ اقبال کو افسوس ہے کہ مغربی تہذیب نے عورت کا مسئلہ پیچیدہ کر دیا ہے۔ غلط تعلیم نے دل میں یہ غلط خیال جاگزیں کر دیا ہے کہ مرد و عورت میں کامل مساوات ہے اور وہ کسی اعتبار سے مرد کی محتاج نہیں ہے۔ قرآن نے ''الرجال قوامون علی النساء''(۳) (مرد عورتوں پر محافظ ہیں) کہہ کر مسئلہ حل کر دیا ہے۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ انعاماتِ الٰہیہ میں عورت و مرد دونوں یکساں ہیں لیکن عورت اپنی حفاظت کے لیے مرد کی محتاج ہے۔

عورت شرف وفضیلت میں مرد سے کسی طرح کم نہیں۔ لیکن عورت اور مرد کے حقوق اور وظائف جدا جدا ہیں۔ عورت کی فطرت قدرتاً مرد سے جدا ہے۔ خالق کائنات نے کچھ خاص صفات وخصوصیات مرد کی سرشت میں ودیعت کر دی ہیں۔ اس لیے خاندانی نظام اس بات کا متقاضی ہے کہ عورت مرد کی حفاظت میں رہے۔ علامہ اقبال نے اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ''ضربِ کلیم'' کی نظم ''عورت کی حفاظت'' میں کہتے ہیں:

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی نسوانیتِ زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد(۴)

عورت اور مرد کے وظائف جدا جدا ہیں اور ان پر کاربند رہ کر ہی معاشرت خوشگوار بن سکتی ہے۔ یورپ نے فطرت کے اصول اور عورت کی فطرت، دونوں کو سامنے نہیں رکھا اور عورت کو اپنی تفریح کا آلہ بنا لیا ہے، جس سے معاشرت میں فساد برپا ہو گیا ہے۔

علامہ اقبال مقالہ ''ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر'' میں لکھتے ہیں:

میں مرد اور عورت کی مساوات مطلق کا حامی نہیں ہوں۔ قدرت نے ان دونوں کے تفویض جدا جدا خدمتیں کیں اور ان فرائضِ جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادۂ انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسا نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کا آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں بجائے کامیاب ہونے کے الٹا نقصان رساں ثابت ہو گا اور نظامِ معاشرت میں اس سے بے حد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی۔(۵)

''ضربِ کلیم'' کی نظم ''مردِ فرنگ'' میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے گویا ہیں:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا مگر یہ مسئلۂ زن رہا وہیں کا وہیں
قصور زن کا نہیں ہے کچھ اس خرابی میں گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں

فسادکا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور		کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں (۶)

علامہ اقبال محدود شرائط کے ساتھ عورت کی آزادی کے خواہاں ہیں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی۔ وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی اہم ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں۔ اگر وہ ان سے پوری طرح عہد برآ ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی کام کی فرصت نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا دیا جائے جنھیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقیناً غلط ہوگا مثلاً عورت کو جس کا اصل کام آئندہ کی نسل کی تربیت کرنا ہے۔ ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرہ کو درہم برہم کرنے کی افسوس ناک کوشش ہے۔ (۷)

اسلامی تعلیمات کے گہرے مطالعے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شریعت عورت کو علم کے استفادہ میں تمام معاشرتی سہولتیں بہم پہنچانا چاہتی ہے۔ شریعت نے جہاں عورت کے فکری معیار کو بلند کرنے کے لیے اسے خارج کی تمام سہولیات بہم پہنچائی ہیں وہیں قدرت نے اس کے ذہن وفکر کی اندرونی صلاحیتوں کو بھی ابھارنے کی سعی کی ہے تاکہ قدرت نے اس کے اندر فکر ونظر کی جو مخفی قوتیں رکھی ہیں، وہ ان سے فائدہ اٹھانا سیکھے۔ (۸)

علامہ اقبال عورت کے لیے اس کی طبعی وفکری ضروریات اور صلاحیتوں کے مطابق الگ نصاب تعلیم بنانے کی تجویز دیتے ہیں۔ وہ شذراتِ فکر اقبال میں لکھتے ہیں:

تعلیم بھی دیگر امور کی طرح ضروریات کے تابع ہوتی ہے۔ ہمارے مقاصد کے پیش نظر مسلمان بچوں کے لیے مذہبی تعلیم بالکل کافی ہے۔ ایسے تمام مضامین جن میں عورت کو نسوانیت سے محروم کر دینے کا میلان پایا جائے، احتیاط کے ساتھ تعلیم نسواں سے خارج کر دیے جائیں۔ (۹)

علامہ اقبال عورت کے لیے مخلوط تعلیم کے حامی نہیں۔ سفرِ افغانستان سے واپسی پر ان سے دریافت کیا گیا کہ قرآنِ مجید جب تمام انسانوں کو علم وآگہی کے حصول کی ہدایت کرتا ہے تو پھر لڑکوں اور لڑکیوں کی جدید تعلیمی سہولتوں پر کیوں قدغن لگائی جاتی ہے۔ علامہ اقبال نے جواب میں فرمایا:

بے شک قرآن کریم میں حصول تعلیم پر بڑا زور دیا گیا ہے لیکن اس میں یہ کہاں کہا گیا ہے کہ لڑکے اور لڑکیاں ایک مکتب میں مل جل کر تعلیم حاصل کریں۔ (۱۰)

پردہ اور مخلوط تعلیم کے متعلق علامہ کے خیالات واضح ہیں۔ علامہ ''شریعت اسلام میں مرد اور عورت کا رتبہ'' میں رقم راز ہیں:

پردہ کے متعلق اسلام کے احکام واضح ہیں۔ ''غض بصر'' کا حکم ہے اور وہ اس لیے کہ زندگی میں ایسے وقت بھی آتے ہیں جب عورت کو غیر محرم کے سامنے ہونا پڑتا ہے۔ خاص اس وقت کے لیے یہ حکم ہے۔ دیگر حالات کے لیے اور احکام ہیں۔ پردے کے سلسلے میں اسلام کا عام حکم عورت کو یہ ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرے۔ (۱۱)

علامہ اقبال عورت کے وجود کو دنیا کی خوبصورتی کا باعث سمجھتے ہیں۔ اس کے بغیر انسانی زندگی بے

کیف و بے رنگ ہے۔ عورت انسانی زندگی میں سوزِ دروں پیدا کرتی ہے۔ دنیا میں شرافت کی مبلغ ہے۔ وہی فلاسفر و حکما کو جنم دیتی ہے اور اس لائق بناتی ہے کہ وہ فلسفہ طرازی کر سکیں بلکہ قوموں، ملکوں اور انسانوں کی حیات کا انحصار عورت کی ذات پر ہے، وہ نظم ''عورت'' میں کہتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی درج کا درِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اِسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں(۱۲)

علامہ اقبال ظاہری بناؤ سنگھار کو بھی عورت کے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ وہ سیرت و کردار کے حسن اور پختگی پر زور دیتے ہیں۔ ان کی تمنا ہے کہ مسلمان عورت اپنی خاص انقلابی فطرت اور پاکیزہ نگاہی سے باطل امیدوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا دے۔ وہ نظم ''دخترانِ ملت'' میں کہتے ہیں:

بہل اے دخترک ایں دلبری!　　مسلماں را نہ زیبد کافری ہا
منہ دل بر جمال غازہ پرورد　　بیاموز از نگہ غارت گری ہا(۱۳)

ترجمہ: (بیٹی! دلبری کے یہ انداز ترک کر دے مسلمان کو کافری زیب نہیں دیتی اس حسن سے دل نہ لگا جو غازہ کا مرہونِ منت ہو بلکہ اپنی نظر سے غارت گری سیکھ لے)

علامہ اقبال جلوت کی نسبت خلوت کو عورت کے حق میں بہتر خیال کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ عورت کو ''چراغِ خانہ'' دیکھنے کے متمنی ہیں۔ وہ مسلمان عورت سے توقع کرتے ہیں کہ گھر میں رہ کر معاشرے پر اور اپنے سے وابستہ زندگیوں پر نیک اثرات مرتب کرے اور اپنے پرتو سے حریمِ کائنات میں ایسے ہی روشنی بکھیرتی رہے جیسے ذات باری تعالیٰ کی تجلی حجاب کے باوجود کائنات پر پڑ رہی ہے:

جہاں تابی ز نورِ حق بیاموز　　کہ او با صد تجلی در حجاب است(۱۴)

ترجمہ: تو حق تعالیٰ سے جہاں روشن کرنا سیکھ کہ کئی سو تجلیوں کے باوجود وہ حجاب میں ہے۔

علامہ اقبال عورت کو خلوت کے فوائد سمجھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نظارے کا حد سے بڑھا ہوا ذوق آدمی کے خیالات کو پراگندہ و ابتر کر دیتا ہے۔ وہی قطرہ آبِ نیساں گوہر بنتا ہے جو صدف کی آغوش میں پنہاں ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح خودی کی تربیت و استحکام کے لیے خلوت ضروری ہے، وہ نظم ''خلوت'' میں کہتے ہیں:

بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے　　ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر!
آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے　　وہ قطرۂ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

خلوت میں خودی ہوتی ہے خود گیر و لیکن		خلوت نہیں اب دیر و حرم میں بھی میسر (۱۵)

گویا خودی کی تربیت کے لیے نمود و نمائش کے جذبہ سے قلب تہی کر کے محاسبہ نفس لازم ہے۔اور اس امر کا قیاس بھی کہ زندگی کس نہج پر بسر ہو رہی ہے۔اقبال اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ عہدِ جدید میں عورت و مرد دونوں اجسام کی نمائش میں منہمک روح کی تربیت سے غافل اور اپنے فرائض سے منحرف بے خبر زندگی بسر کر رہے ہیں۔وہ آزادی نسواں کی مغربی تحریک کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ اس کی تعلیم عورت کی فطرت کے برعکس ہے۔انھوں نے اس کی موثر تصویر کشی ''جاوید نامہ'' میں فلکِ مریخ میں ''احوالِ دوشیزہ مریخ کہ دعویٰ رسالت کردہ'' میں کی ہے۔

فلک مریخ میں ایک شہر ہے۔اس کے باہر ایک وسیع میدان ہے۔وہاں مرد و زن کے عام جلسہ کے سامنے ایک عورت تقریر کر رہی ہے۔یہ نبوت کی داعیہ ہے۔اسے ''دوشیزہ مریخ'' کا نام دیا گیا ہے۔یہ دوشیزہ نارون کے پیڑ کے مانند دراز قد ہے اور اس کے چہرے پر ایک عجب چمک ہے لیکن یہ چمک روحانیت کی روشنی سے عاری ہے۔وہ جو کہنا چاہتی ہے اس کا مفہوم اس پر خود آشکار نہیں ہے۔اس کے الفاظ خواہش کی شدت کی تپش سے عاری ہیں۔اس کی صدا بے اثر اور سینہ شباب کی مستی سے محروم، آنکھ خشک اور صورت آئینے کے لیے ناقابل قبول ہے۔یہ محبت سے ناآشنا اور عشق کے آداب سے ناواقف ہے۔اور ایسے ممولے کی طرح ہے جسے شاہین عشق رد کر چکا تھا۔یہ مرد کی صحبت سے گریزاں اور اس سے ازدواج کے تعلق کو ناپسند کرتی ہے۔حکیم نکتہ داں مسافروں کو بتاتا ہے کہ یہ عورت اہلِ مریخ سے نہیں بلکہ فرزمرز اسے یورپ سے اٹھا کر یہاں لے آیا ہے تاکہ مریخ کی عورتوں کے دل میں بھی اس کی تقلید کی خواہش پیدا کر کے انھیں بگاڑ دے۔فرزمرز (سیکولر آداب کی علامت ہے) نے اسے کارِ نبوت میں پختہ کر دیا ہے۔یہ فرنگی آزاد لڑکی جو اس دنیا کی لڑکیوں کو آزادی کے نئے رستہ پر لگا کر اب مریخ میں ''کارِ نبوت'' کے فرائض ادا کرنے جا پہنچی ہے ۔اس کا اعلان ہے کہ یہ آسمانوں سے عہدِ حاضر کے لیے آخری پیغام لائی ہے۔یہ وہاں کی عورتوں کو مردوں سے باغی ہونے کی ترغیب دیتے ہوئے کہتی ہے کہ عورتوں کے لیے دلبری کا کردار خطرے کا باعث ہے کہ عورت کو محبوب کے القابات سے پکارنے کے بعد مرد اسے اپنی محکومی میں بے بس کر دیتا ہے اور اس طرح وہ ساری زندگی غلاموں کی طرح بسر کر دیتی ہے۔دلبروں کی مانند زندگی گزارنا دراصل مرد کی خود پسندی کا شکار ہونا ہے۔مرد کے تمام طریقے فریب ہیں۔اس کا نالہ و فریاد،اس کا ہجر و فراق اور اس کا کرب فریب ہی ہوتا ہے۔مرد کے ساتھ زندگی گزارنا ظلم ہے اور اس کا ہم سفر بننا زہر کے مانند ہے۔صرف اس سے فاصلہ اور دوری ہی تریاق ہے۔مرد تو ایک بل کھاتے سانپ کی طرح ہے۔اس کے خم و پیچ سے بچو اور اس کے زہر کو اپنے خون میں سرایت نہ کرنے دو۔ماں بننے کا صلہ و اجر یہی ہے کہ اس سے عورت پیلی زرد ہو جاتی ہے:

اے زناں! اے مادراں! اے خواہراں! زیستن تا کے مثالِ دلبراں
دلبری اندر جہاں مظلومی است دلبری محکومی و محرومی است
دو دو گیسو شانہ گردانیم ما مرد را نخچیرِ خود وانیم ما
مرد صیادی بہ نخچیری کند گردِ تو گردد کہ زنجیری کند
از امومت زرد روے مادراں! اے خنک آزادی بے شوہراں!(۱۶)

ترجمہ: (اے عورتو! اے ماؤں! اے بہنو! کب تک معشوقوں کی طرح زندگی گزاروگی۔ جہاں کے اندر دلبری، مظلومی، محکومی اور محرومی ہے۔ ہم اپنے بالوں میں کنگھی کر کے انھیں دو گیسوؤں میں تقسیم کرتی ہیں اور مرد کو اپنا شکار سمجھتی ہیں۔ مگر مرد ہمارا شکار بن کر الٹا ہمیں شکار کرتا ہے۔ وہ تمہارے گرد گھومتا ہے تا کہ تمہیں شکار بنا لے۔ ماں بننے سے ماں کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے۔ شوہروں کے بغیر زندگی گزارنا کیا ہی خوب ہے۔)

اس کے بعد نبیہ انھیں وحی الٰہی کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتی ہے:

وحی یزداں مرتخ بہ پے آید مرا لذتِ ایماں بیفزاید مرا
آمد آں وقتے کہ از اعجازِ فن می تواں دیدن جنیں اندر بدن!
حاصلے برداری از کشتِ حیات ہرچہ خواہی از بنین و از بنات!
گر نباشد بر مرادِ ما جنیں بے محابا کشتنِ او عینِ دیں
پرورش گیرد جنیں نوعِ دگر بے شب ارحام در یابد سحر!
رستن از ربط دو تن توحیدِ زن حافظِ خود باش و بر مرداں متن!(۱۷)

ترجمہ: (مجھ پر ہر لحہ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور میرے لذتِ ایمان میں اضافہ کرتی ہے۔ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ سائنس کی ایجاد سے جنین کو رحم کے اندر دیکھا جا سکے گا۔ پھر تم زندگی کی کھیتی سے اپنی رضا کے مطابق بیٹے یا بیٹیاں حاصل کر سکو گے۔ اگر جنین مرضی کا نہ ہو تو اسے بے دریغ ختم کرنا دین کے مطابق ہے۔ (ایسا کرنے سے) جنین اور طریقے سے پرورش پائیں گے۔ رحم کی رات کے بغیر سحر ملے گی (یعنی ٹیسٹ ٹیوب بچے جنم لیں گے) عورت کی توحید یہی ہے کہ وہ دو بدنوں کے ربط سے آزاد ہو۔ تو اپنی حفاظت کر اور مردوں پر ناز نہ کر۔)

جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ عورت کی عزت و توقیر جسم کی بیالوجی کی نفی کی بجائے اس کے اثبات میں ہے۔ اقبال مغربی نظام معاشرت پر کڑی تنقید کرتے ہیں کہ وہاں مرد بیکار اور عورتیں ضبطِ تولید کی قائل ہیں وہ بچے پیدا کرنا اور انھیں پالنا باعث مصیبت جانتی ہیں۔ علامہ نظم ''ایک سوال'' میں کہتے ہیں:

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے ہند و یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال مرد بیکار و زن تہی آغوش(۱۸)

عورت کا وجود لذتِ تخلیق کی حرارت سے قائم ہے۔ یہی لذت تمام محنتوں اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اِسی سے رازِ حیات عیاں ہوتے ہیں۔ اسی سے وجود و عدم اور حیات و ممات کا معرکہ سرگرم عمل رہتا ہے۔ عہدِ جدید میں مغربی تعلیم کے زیرِ اثر اِس فکر نے سر اٹھایا ہے کہ عورت ماں بننے کی مشقت کیوں اٹھائے اور اپنے حسن کو پامال کیوں کرے۔ اقبال عورت کو سمجھاتے ہیں کہ وہ اسے مقدر سمجھ کر قبول کرلے۔ اسے تبدیل کرنا ممکن نہیں کہ اسی سے نسلِ انسانی کی بقا ہے۔ وہ نظم ''عورت'' میں کہتے ہیں:

جوہرِ مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر — غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود
راز ہے اس کے تپِ غم کا یہی نکتۂ شوق — آتشیں لذتِ تخلیق سے ہے اس کا وجود!
کھلتے جاتے ہیں اسی آگ سے اسرارِ حیات — گرم اسی آگ سے ہے معرکہ بود و نبود!
میں بھی مظلومیِ نسواں سے ہوں غمناک بہت — نہیں ممکن مگر اس عقدہ مشکل کی کشود[۱۹]

علامہ اقبال مذہب اسلام کے داعی و مبلغ اس لیے بھی ہیں کہ یہ مذہب فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس مذہب نے سوسائٹی میں عورت کو بحیثیت ماں، بیٹی اور بیوی کے جو احترام اور تقدس دیا ہے وہ کسی اور مذہب میں میسر نہیں ہے۔ لیکن ان سب میں اہم اور بنیادی حیثیت ماں کی ہے کہ نسلِ انسانی کی بقا اسی پر منحصر ہے۔

''رموزِ بیخودی'' میں ''درمعنی کہ ایں بقائے نوع از امومت است و حفظ و احترامِ امومت اسلام است'' (اس بیان میں کہ نوعِ انسانی کی بقا امومت کی بدولت ہے اور امومت کی حفاظت اور احترام عین اسلام ہے) میں اقبال نے عورت کی فضیلت بطور ماں اسلامی نقطہ نظر سے بیان کی ہے۔

علامہ اقبال نے مختلف احادیث کا حوالہ دے کر جذبۂ امومت کو دنیا کے لیے رحمت کا باعث قرار دیا ہے اور ماں کی شفقت کو پیغمبر کی شفقت سے نسبت دی ہے:

نیک اگر بینی امومت رحمت است — زانکہ او را با نبوت نسبت است
شفقت او شفقتِ پیغمبر است — سیرتِ اقوام را صورت گر است[۲۰]

ترجمہ: اگر تو دھیان سے دیکھے تو امومت رحمت ہے۔ کیونکہ وہ نبوت سے نسبت رکھتی ہے۔ اس ماں کی شفقت پیغمبر کی شفقت کی طرح ہے کیونکہ وہ بھی اقوام کے کردار کی تعمیر کرتی ہے۔

۱۔ امومت رحمت ہے اور اسے نبوت سے نسبت ہے۔

۲۔ ماں کی شفقت پیغمبر کی شفقت کی طرح ہے کہ ماں اقوام کے کردار کی تعمیر کا احسن فریضہ انجام دیتی ہے۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر انسانوں کی سیرت کو سنوارنے کا کام کرتا ہے اور ماؤں کا منصب بھی یہی ہے کہ وہ اولاد کی سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔ صرف یہی نہیں اقبال کو انسانی زندگی کی چہل پہل، علوم وفنون کی ترقی، حقائق و معارف کے خزانے، دریا کا سارا جوش وخروش، اس کی تندی و تیزی، بہاؤ اور روانی اور معاشرے کی استواری و استحکام امومت کا مرہونِ منت نظر آتا ہے:

از امومت گرم رفتارِ حیات　　　از امومت کشفِ اسرارِ حیات
از امومت پیچ و تاب جوئے ما　　　موج و گرداب و حباب جوئے ما(۲۱)

ترجمہ: امومت ہی سے زندگی گرم رفتار ہے۔ امومت ہی سے حیات کے پوشیدہ راز عیاں ہوتے ہیں۔ امومت ہی سے ہماری ندی (حیات) کے اندر پیچ و تاب ہے۔ اسی سے اس میں موج، گرداب اور حباب جنم لیتے ہیں۔

علامہ اقبال امومت کو قوموں کی قوت و عظمت کا سبب قرار دیتے ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ اس سے روگردانی نظام حیات کی کمزوری کا سبب بنتی ہے۔ وہ ''دختران ملت'' میں کہتے ہیں:

جہاں را محکمی از امہات است　　　نہادِ شاں امین ممکنات است
اگر ایں نکتہ را قومے نداند　　　نظامِ کاروبارش بے ثبات است(۲۲)

ترجمہ: دنیا کی پائیداری ماؤں کے دم قدم سے ہے۔ کیونکہ اس کی نہاد ممکنات کی امانت دار ہے۔ جو قوم یہ نکتہ نہیں سمجھتی، اس کا زندگی کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

اقبال نے تہی آغوش رہنے والی مغربی عورت کی جگہ گاؤں کی جاہل، پست قامت، موٹی بدصورت، غیر مہذب، ناتربیت یافتہ، کم عقل، کم گو اور سادہ لڑکی، جس کا دل آلامِ نسوانی سے خون ہوگیا ہے اور جس کی آنکھوں کے گرد نیلے حلقے پڑ گئے ہیں، کو پسند کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ملت کو اس کی آغوش سے ایک غیور و حق پرست فرزند مل جاتا ہے تو ہماری ہستی اس کے آلام سے محکم اور ہماری صبح اس کی شام سے عالم افروز ہوتی ہے:

ملت ار گیرد ز آغوشش بدست　　　یک مسلمانِ غیورِ حق پرست
ہستی ما محکم از آلام اوست　　　صبح ما عالم فروز از شامِ اوست(۲۳)

ترجمہ: اگر اس کی آغوش سے ملت کو ایک غیرت منداور حق پرست مسلمان مل جائے (تو ہم سمجھیں گے) کہ اس کی مصیبتوں نے ہمارے ملی وجود کو مضبوط کر دیا اور اس کی شام سے ایسی صبح نکلی جس نے ساری دنیا کو روشن کر دیا۔

امومت کی اہمیت بیان کرنے کے بعد اقبال نے جگر گوشۂ رسول، ام الحسنین، حضرت فاطمہ الزہراؓ کو دورِ حاضر کی خواتین کے لیے بطور نمونہ پیش کیا ہے اس لیے کہ وہ قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کے غائرانہ مطالعہ اور سیرتِ فاطمۃ الزہراؓ کے گہرے مطالعہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بتولؓ خاتونِ کامل ہیں، وہ اپنے ایک مضمون ''شریعتِ اسلام میں مرد اور عورت کا رتبہ'' میں لکھتے ہیں:

مسلمان عورتوں کے لیے بہترین اسوہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔ کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمۃ الزہراؓ کی زندگی پر غور کرنا چاہیے۔(۲۴)

اقبال نے نظم ''درمعنی ایں کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ اُسوہ کاملہ است برائے نساء اسلام'' (اس بیان میں کہ اسلام کی خواتین کے لیے سیدۃ فاطمۃ الزہراؓ کامل نمونہ ہیں) میں ان کی سیرت کے ان پہلوؤں کا ذکر کیا ہے:

نوری و ہم آتشی فرمانبرش　　　گم رضائش در رضائے شوہرش

آں ادب پروردہ صبر و رضا　　آسیا گردان و لب قرآں سرا
سیرتِ فرزند ہا از امہات　　جوہرِ صدق و صفا از امہاتؑ
مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؑ　　مادراں را اسوہ کامل بتولؑ(۲۵)

ترجمہ: (نوری اور آتشی آپؑ کے فرماں بردار رہے اور اس قدر بلند مرتبہ پر فائز ہوتے ہوئے بھی آپؑ شوہر کی فرماں بردار تھیں۔ آپؑ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی۔ ہاتھ چکی پیتے اور لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔ مائیں اولاد کی سیرت و کردار بناتی ہیں۔ انھیں صدق و صفا کا جوہر عطا کرتی ہیں۔ سیدہ فاطمہؑ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوۂ کامل ہیں۔)

حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے سیرت و کردار پر روشنی ڈالنے کے بعد اقبال عورت کو عصر حاضر کے فتنوں سے خبردار کرتے ہیں کہ یہ زمانہ عورت کی پاک طینت و خصلت کی تباہی کے درپے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ فرنگ کی تقلید میں مسلمان عورت دین سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنی پاکیزہ فطرت کو چھوڑ دے۔ ''رموزِ بیخودی'' میں ''خطاب بہ مخدراتِ اسلام'' ترجمہ: (خواتین (پردہ نشینیاں) اسلام سے خطاب) میں مسلمان عورت کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اے مسلمان عورت تیری چادر ہماری عزت کا پردہ ہے۔ تیری پاک طینت ہمارے لیے رحمت اور ہمارے دین کے لیے قوت اور ہماری ملت کی بنیاد ہے۔ تو نے دودھ پیتے بچے کو کلمہ سکھایا۔ تیری محبت ہماری فکر، گفتار اور کردار کی تربیت کرتی ہے۔ تو شریعت محمدﷺ و مسلم جیسی نعمت کی امین ہے۔ تیرے ساز میں دینِ حق کا سوز ملا ہوا ہے۔ دورِ جدید فریبی اور خدا ناشناس ہے۔ بے حیائی اس کا خاصہ ہے۔ اے مسلمان عورت! تو ہماری جمعیت کے درخت کی آبیاری کرنے والی اور ملت کے سرمایہ کی محافظ ہے۔ تو نفع و نقصان سے بے نیازہ رہ کر حق کے راستے پر چلتی رہ۔ زمانے کی دستبرد سے ہوشیار رہ۔ ہمارے چمن کے یہ نوزائیدہ پرندے جنھوں نے ابھی پر نہیں کھولے، اپنے آشیانے سے دور جا پڑے ہیں۔ یاد رکھ! تیری فطرت میں اللہ نے بلند جذبات رکھے ہیں۔ تو ان کی حفاظت اسوۂ فاطمہؓ کی پیروی کر کے کرسکتی ہے۔ اگر اس فطرت کو پاک رکھوگی تو حسین منش انسان تمہاری آغوش میں تربیت پائیں گے:

فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند　　چشمِ ہوش از اسوۂ زہراؓ مبند
تا حسینؓ شاخ تو بار آورد　　موسمِ پیشیں بگلزار آورد(۲۶)

ترجمہ: تیری فطرت میں بلند جذبات موجود ہیں تو اپنی ہوش مندی کی آنکھ سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے اسوہ پر رکھ تاکہ تیری شاخ بھی حسین جیسا پھل پیدا کرے اور اسلام کے دورِ اول کا موسم (بہار) ہمارے چمن میں واپس آئے۔

جس فکر کا اظہار اقبال نے ''رموزِ بیخودی'' میں کیا ہے وہی فکر ان کے تمام کلام میں موجود ہے۔ اپنے آخری مجموعہ کلام ''ارمغانِ حجاز'' میں بھی دخترانِ ملت کو اسوۂ بتولؓ پر عمل کرنے کی تلقین کی ہے:

بتولےؓ باش و پنہاں شو ازیں عصر　　کہ در آغوش شبیرے بگیری(۲۷)

ترجمہ: بتول یعنی حضرت فاطمۃ الزہراؓ بن اور اس دور سے پنہاں رہ تا کہ تیری آغوش میں شبیر جنم لیں اور پروان چڑھیں۔

یعنی عورت کو خلوت میں رہ کر اولاد کی تربیت کا فریضہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی طرح سرانجام دینا چاہیے۔

''جاوید نامہ'' میں ''حرکت بجنت الفردوس'' میں اقبال کو سب سے پہلا قصر جو جنت میں نظر آیا' وہ شرف النساء بیگم کا تھا۔شرف النساء کا کردار خصوصاً اقبال کے نزدیک غیرتِ ملی اور ذوقِ روحانیت کا علم بردار ہے۔وہ نواب خاں بہادر کی بیٹی اور نواب عبدالصمد کی پوتی تھیں۔یہ دونوں باپ بیٹے بہادر شاہ اور شاہ عالم کے زمانے میں یکے بعد دیگرے پنجاب کے گورنر تھے۔نواب عبدالصمد نے پنجاب میں بندہ بہادر کے فتنے کو دبایا تھا۔اس تمام خاندان کی قبریں لاہور میں بیگم پورہ میں موجود ہیں۔ان مقبروں میں ایک مقبرہ شرف النساء بیگم کا بھی ہے۔(۲۸) ان کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کی نماز کے بعد جوتا اتار کر چبوترہ پر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتیں اور ایک مرصع تلوار پاس رکھتی تھیں۔تلاوت ختم کرنے کے بعد قرآن پاک کو بند کر کے وہیں پڑا رہنے دیتیں اور اس کے ساتھ تلوار رکھ کر نیچے آجاتیں۔انھوں نے مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے اسی چبوترہ میں دفن کیا جائے اور وہ قرآن اور تلوار قبر کے اوپر ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھے رہیں کہ مومن کی روح کی تسکین کے لیے یہ دونوں کافی ہیں۔اقبال نے شرف النساء بیگم کا جو محل جنت میں دکھایا ہے وہ لعلِ ناب سے تعمیر ہوا ہے جو اپنی ضوفشانی میں آفتاب سے خراج وصول کرتا نظر آتا ہے:

مومناں را تیغ و قرآں بس است　　　تربت ما را ہمیں ساماں بس است(۲۹)

ترجمہ: مومنوں کے لیے قرآن کے ساتھ تلوار بہت ہے ہماری قبر کے ساتھ یہی سامان کافی ہے۔

اقبال نے بے پردہ مغربی خواتین کے برعکس مسلمان عورت کی یہ صفت خاص نمایاں کی ہے کہ وہ پردے میں رہ کر نوجوان نسل کی بہترین تربیت کر رہی ہے لیکن ضرورت پڑنے پر میدانِ عمل میں اتر کر فرائض سرانجام دیتی ہے۔یہی مسلمان عورت کی انفرادیت ہے۔اس فکر کی عکاسی ''بانگِ درا'' کی نظم ''فاطمہ بنت عبداللہؓ'' میں ملتی ہے۔فاطمہ طرابلس کی جنگِ آزادی میں غازیوں کو پانی پلاتے شہید ہوئی تھی۔بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں اطالیہ نے طرابلس پر حملہ کیا تو ترکی سلطنت کے پاس جنگی سامان و اسلحہ کی کمی تھی۔اسی وجہ سے شیخ سنوسی مرحوم نے جہاد فی سبیل اللہ کا اعلان کیا اور مسلمان بے سروسامان سرفروشی کے لیے میدان میں اتر آئے۔اسی جنگ میں فاطمہ بنت عبداللہؓ مشکیزہ کندھے پر اٹھائے زخمیوں کو پانی پلاتے پلاتے شہید ہوگئی۔اس شیر دل دوشیزہ کی شہادت ہزاروں مسلمانوں کے دلوں میں آگ لگا کر ان کو زندہ کر گئی۔اقبال نے اس مسلمان عورت پر فخر کیا ہے۔اور اسے خوش نصیب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگر مسلمان عورت ملت کی حفاظت کے لیے اس قدر بہادر ہو جاتی ہے کہ بغیر تلوار کے بھی اللہ کے راستے

میں جہاد کرتی ہے۔ فاطمہ کو دیکھیے، اس کے دل میں اسلام کی محبت تھی۔ اس لیے اس نے جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد کیا۔ اللہ اللہ! میری قوم میں اب بھی ایسی بہادر لڑکیاں موجود ہیں جو خدا کے راستے میں جان فدا کرسکتی ہیں۔ اقبال اسے شہادت پر خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور ناز کرتے ہیں کہ اس نے ملتِ اسلامیہ کی لاج رکھ لی:

فاطمہ! تو آبروئے امتِ مرحوم ہے　　ذرہ ذرہ تیری مشتِ خاک کا معصوم ہے
یہ جہاد اللہ کے رستے میں بے تیغ و سپر!　　ہے جسارت آفریں شوقِ شہادت کس قدر
یہ کلی اس گلستانِ خزاں منظر میں تھی　　ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی(۳۰)

اقبال اس واقعہ کو نظم کرکے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قومیں ایسے ہی عظیم الشان کارناموں سے سبق حاصل کرتی ہیں اور پھلتی پھولتی ہیں۔ وہ پرامید ہیں کہ ملتِ اسلامیہ دوبارہ عروج حاصل کرے گی:

ہے کوئی ہنگامہ تیری تربتِ خاموش میں　　پل رہی ہے ایک قومِ تازہ اس آغوش میں(۳۱)

اقبال کے افکار کا جائزہ لینے کے بعد ہم یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ عورت کے متعلق ان کے خیالات انتہائی پاکیزہ اور بلند ہیں وہ مسلمان عورت کو نیکی وصداقت، ہمت وشجاعت، غیرت وحمیت، جوشِ عمل اور جوشِ کردار کی منہ بولتی تصویر دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے خیال میں عورت تہذیب وتمدن کی سب سے بڑی خدمت گار بن سکتی ہے اگر وہ اچھی بیوی بن کر نسلِ انسانی کو بڑھائے اور مثالی ماں بن کر اولاد کی تربیت کی ذمہ داری نبھائے تاکہ اقبال کے بلند پرواز شاہین ملکی وملی استحکام کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کریں۔ وہ نمود ونمائش سے گریز کرے۔ ملت کے استحکام میں مصروف رہے تاکہ صحت مند معاشرہ پروان چڑھے۔ کثرتِ تلاوتِ قرآن سے اپنے لحن ولہجہ میں سوز وگداز پیدا کرے۔ قلوب میں انقلاب لانے کے لیے تدابیر اختیار کرے اور تقدیر ساز قوت کی حامل بن کر ملت کے افراد کی زندگیوں کو بدلنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ محمد رفیق افضل (مرتب) گفتار اقبال، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، لاہور: ۱۹۹۶ء، ص: ۷۷، ۷۸
۲۔ فقیر، سید وحید الدین، روزگار فقیر، جلد اول، مکتبہ تعمیرِ انسانیت، لاہور ۱۹۸۷ء ص: ۱۳۷
۳۔ القرآن، النساء۴: ۳۴
۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، کلیات اقبال (اردو) طبع دہم، ۲۰۱۱ء، ص: ۶۰۸
۵۔ عبدالواحد معینی، سید، محمد عبداللہ قریشی، سید (مرتبین)، مقالاتِ اقبال، القمر پرنٹرز، ۲۰۱۱، ص: ۱۷۷
۶۔ ڈاکٹر، محمد اقبال، علامہ، ضرب کلیم، ص: ۶۰۴

۷۔ فقیر، سید وحید الدین، روز گار فقیر، جلد اول ص:۶۶
۸۔ انصر عمری، سید جلال الدین، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۸۰ھ، ص:۱۲۰
۹۔ افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر (مترجم) فکر شذراتِ اقبال مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص:۸۵
۱۰۔ فقیر، سید وحید الدین، روز گار فقیر، جلد اول ص ۱۶۵
۱۱۔ محمد رفیق افضل (مرتب) گفتار اقبال، ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، ۱۹۹۶ء، ص ۹۷
۱۲۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضرب کلیم، کلیاتِ اقبال (اردو) ص:۶۰۶
۱۳۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ارمغان حجاز، کلیات اقبال (فارسی)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۹۰ء، ص:۹۷۴
۱۴۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ارمغان حجاز (فارسی) کلیاتِ اقبال (فارسی)، ص:۹۷۵
۱۵۔ ایضاً، ضرب کلیم، ص:۶۰۶
۱۶۔ ایضاً، جاوید نامہ، ص:۶۹۹
۱۷۔ ایضاً، ص:۷۰۰
۱۸۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ضربِ کلیم، کلیاتِ اقبال (اردو)، ۶۰۵
۱۹۔ ایضاً، ص:۶۰۹
۲۰۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، رموز بیخودی، کلیاتِ اقبال (فارسی) ص:۱۴۹
۲۱۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، رموزِ بیخودی، ص:۱۵۰
۲۲۔ ایضاً، ارمغان حجاز (فارسی) ص:۹۷۵
۲۳۔ ایضاً، رموزِ بیخودی، ص:۱۵۰
۲۴۔ معینی، سید عبدالاحد معینی، محمد عبداللہ قریشی، (مرتبین) مقالات اقبال، ص:۳۲۷
۲۵۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، رموزِ بیخودی، ص:۱۵۳
۲۶۔ ایضاً، ص:۱۵۵
۲۷۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، ارمغان حجاز، (فارسی) ص:۹۷۶
۲۸۔ محمد حسین، چوہدری، جاوید نامہ پر ایک نظر، (مشمولہ) شرح جاوید نامہ (مرتب) مولانا صبغۃ اللہ بختیاری، اقبال اکیڈمی پاکستان، کراچی، ۱۹۵۶ء، ص:۱۲۱
۲۹۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، جاوید نامہ، ص:۷۴۵
۳۰۔ محمد اقبال، ڈاکٹر علامہ، بانگ درا، ص:۲۴۳
۳۱۔ ایضاً